چلتے چلتے ایک دن دیوانہ بس اٹھ جائیگے — چوں چراغ صبح دم ہم سینہ سوزاں سمیت

آیا نہ بعد مرنے کے بھی وہ مزار پر — خاک اس کے پیچھے آپ کو ہم نے کیا عبث

میری سرگشتگی کو دیوانہ — پہنچی کب آسمان کی گردش

دیوانہ

دیوانہ تخلص اور نام رائے سرب سنگھ ہے۔ مشاہیر شعرا میں سے ہے۔ مشرق کے شہروں کے زیادہ تر شاعروں نے اس سے شاعری کا فن سیکھا ہے۔ جعفر علی حسرت اور میر حیدر علی حیراں تمام اسی حلقے کے ہیں۔ اس کا میلان طبع فارسی کی طرف زیادہ تھا۔ کبھی کبھار ریختہ میں بھی موزوں کیا کرتا۔ یہ اشعار اس کے ہیں:۔

جان پر آ بنی ہمدم میری خاموشی سے — بات کچھ بن نہیں آتی ہے اب اظہار بغیر

دل ہے کہ تیری تیغ کے آگے سے ٹل نہ جائے
رستم کا کب جگر ہے کہ زہرہ پگھل نہ جائے

حرف الذال المعجمہ

ذاکر

ذاکر تخلص اور نام مرزا احمد بیگ ہے۔ رستم بیگ کا شاگرد اور جہان آباد کا رہنے والا ایک شخص ہے۔ اس کا شعر ہے:۔

چھوڑا اسلام کو اور کھینچ کے قشقہ ذاکر — طالب کفر ہوا اس بت عیار سے مل

ذرہ

ذرہ تخلص اور نام مرزا رام ناتھ بہادر ہے۔ حضور والا (بادشاہ) کے محکمہ

نظامت میں پیش کاری کے عہدے پر فائز ہے۔ یہ شعر اس کا ہے:۔

ترے کوچہ میں روز و شب پڑا پھرتا ہے یہ ذرہ — بجا ہے ایسے دیوانے کے مطلب کو روا کرنا

ذکا

ذکا تخلص اور نام ذکاء اللہ خاں ہے۔ لکھنؤ کا ہے۔ نواب محبت خاں بن حافظ رحمت خاں مرحوم کی اولاد سے ہے کہ جن کے رتبات اور اثرات کو زمانہ جانتا ہے۔ ان کو بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ شعر اس کا ہے:

آہ کس طرح سے اس پردہ نشیں کو دیکھوں — اس کے گھر میں تو کوئی روزن دیوار نہیں

ذکا

ذکا تخلص اور نام خوب چند ہے۔ دہلی کا رہنے والا کائستھ ہے۔ شاہ نصیر کا شاگرد ہے۔ ایک مرتبہ فقیر سے ملاقات کے دوران اپنے بارے میں بتایا تھا کہ ایک تذکرہ ریختہ میں لکھا ہے لیکن میں نے دیکھا نہیں ہے۔ اس کے اشعار ہیں:۔

آسیا جب کہ چلی سر پہ ذکا نیند کہاں
ہاتھ سے چرخ کے ڈھونڈے ہے تو آرام کہیں

ہلی ہے ابروئے دلدار دیکھئے کیا ہو — کہاں کہاں چلے تلوار دیکھئے کیا ہو

نقش پا خالق گیتی نے بنایا ہم کو — جس کے قدموں سے لگے اس نے مٹایا ہم کو

شرم سے ہوگئی پانی تری دولت سے جنوں — موج دریا بھی مرے پاؤں کی زنجیر کو دیکھ

ذوق

ذوق تخلص اور نام شیخ محمد ابراہیم دہلوی ہے۔ خاقانی ہند کہا جاتا ہے بلاغت کے طوطی کا آئینہ اور فصاحت کے شکرستان کا طوطی ہے اس پر سحر بیانی کا جامہ درست آتا ہے۔ اس کے تنفس سے آتش زبانی کے دامن میں

شعلہ بلند ہوجاتا ہے۔ اس کے خیال کی رنگینی لالہ و گل کے جلوے کو آدمی کی نگاہ میں بڑھا دیتی ہے، اس کے فکر کی شمع دلوں کو پروانہ بنا کر اپنے گرد اڑاتی ہے۔ اگر اس کے کلام میں 'بیٹھ جا' آئے تو وہ عیسیٰ کے بیٹھ جا (قم باذنی) سے بھی زیادہ جاں بخش ہوتا ہے۔ اگر اس کے کلام میں 'چلا جا' کا حرف گزر جائے تو وہ 'تشریف لائیے' سے زیادہ دل کو کھینچتا ہے۔ اس کا ہر مصرع ایک خوب صورت معشوق کے مانند ہے کہ جو ابروؤں کے کمان سے نکلنے والے تیر کی طرح ہمیشہ برجستہ اور ٹھیک نشانے پر جانے والا ہوتا ہے۔ اس کا ہر شعر ایک ایسا خنجر ہے جو دلوں کو چاک کرتا ہے اور سروں کو پھوڑتا ہے تیس سال کے عرصے مشق سخن میں مصروف ہے اور مرزا ولی عہد بہادر جو تمام دنیا کے مرشد زادہ ہیں ان کی سرکار میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اس جیسی مشق و مہارت کسی دوسرے میں دیکھی نہیں ہے اور اس کے ساتھ رطب و یابس کہ جو بسیار گویوں کا طریقہ ہے اس کے کلام میں کم کم پائی جاتی ہے۔ تمام اصناف سخن پر اس کو پوری قدرت حاصل ہے اور اس تمام کے ساتھ وہ تسلیم شدہ اور مستقل شاعروں میں سے ہے۔ شاعری کی اس بہتات اور اشعار کے اس درجہ ہجوم کے باوجود ابھی تک اپنا دیوان ترتیب نہیں دیا ہے۔ اس سے کبھی کبھی مجلس ملاقات رہتی ہے۔ وہ اپنے زمانے کے منتخب اور بے نیاز لوگوں میں سے ہے۔ اس کے اشعار ہیں :-

چاندنی نے شب تجھ بن روپ یہ دکھایا تھا
مجھ کو ماہتابی پر دھوپ میں بٹھایا تھا

ہم ہیں اور سایہ ترے کوچے کی دیواروں کا
کام جنت میں ہے کیا ہم سے گنہ گاروں کا

مجھ کو ہر شب ہجر کی ہونے لگی جوں روز حشر
مجھ سے یہ کس دن کے بدلے آسماں لینے لگا

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا
پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

کہے ہے خنجر قاتل سے یہ گلو میرا
کمی جو مجھ سے کرے تو پئے لہو میرا

لبوں پر جاں عبث ہے منتظر وہ شوخ کب آیا
اگر چہلم کو بھی آیا تو ہم جانیں گے اب آیا

تامل کیجیو ذوق تپیدن دیکھئے کیا ہو
کہ اب تک ذبح کرنے کا نہیں قاتل کو ڈھب آیا

ہاتھ تو ہلکا پڑا تھا یار کی شمشیر کا
زخم پر قسمت سے میری کارگر اچھا ہوا

لکھیئے اسے خط میں کہ ستم اٹھ نہیں سکتا
پر ضعف سے ہاتھوں میں قلم اٹھ نہیں سکتا

دل تو لگتے ہی لگے گا حوریان عدن سے
باغ ہستی سے چلا ہوں ہائے پریاں چھوڑ کر

ٹھہری ہے ان کے آنے کی یہاں کل پہ جا صلاح
اے جاں برلب آمدہ تیری ہے کیا صلاح

مجھ میں کیا باقی ہے جو دیکھے ہے تو آ نکے پاس
بدگماں وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس

نہیں تدبیر کچھ بنتی پڑے سر کو پٹکتے ہیں
نہ دل چھوڑے ہے اسکو اور نہ ہم دل چھوڑ سکتے ہیں

مرگئے پر بھی تغافل ہی رہا آنے میں
بیوفا پوچھے ہے کیا دیر ہے لے جانے میں

خط پڑھ کے اور بھی وہ ہوا پیچ و تاب میں
کیا جانے لکھ دیا اسے کیا اضطراب میں

وہ جنازے پر مرے کس وقت آئے دیکھنا
جب کہ اذن عام میرے اقربا کہنے کو ہیں

ہاں تامل دم ناوک فگنی خوب نہیں
ابھی چھاتی مری تیروں سے چھنی خوب نہیں

اس حور وش کا گھر مجھے جنت سے ہے سوا
پر وہاں رقیب ہو تو جہنم سے کم نہیں

دیکھا دم نزع دل آرام کو
عید ہوئی ذوق و لے شام کو

عبث تم اپنا رکاوٹ سے منہ بناتے ہو
وہ لب پر آئی ہنسی دیکھو مسکراتے ہو

کھانے پینے کی قسم کھائی ہے تجھ بن ہم نے
ورنہ ہے زہر تو ہر طرح گوارا ہم کو

تو جان ہے ہماری اور جان ہے تو سب کچھ
ایمان کی کہیں گے ایمان ہے تو سب کچھ

رخصت اے زنداں جنوں زنجیر در کھڑکائے ہے
مژدہ خار دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

کون وقت اے وائے گزرا جی کو گھبراتے ہوئے
موت پڑتی ہے اجل کو یہاں تلک آتے ہوئے

وہ نہ جاگے رات ہم کو ضد سے بخت خفتہ کے
بچ گیا آخر گجر زنجیر کھڑکاتے ہوئے

قطرہ قطرہ آنسو جس کی طوفاں طوفاں شدت ہے
پارہ پارہ دل ہے جس میں تو وہ تو وہ حسرت ہے

قسمت برگشتہ دیکھو اک نگہ کی تھی ادھر
سو بھی آکر تا سر مژگاں حیا سے پھر گئی

زخمی میں ہوا ہوں تری دزدیدہ نظر سے
جانے کا نہیں چور مرے زخم جگر سے

وہ اپنے سینے میں ہے آہ آتشیں اے ذوق
کہ برق دیکھے تو فی النار والسقر ہو جائے

نگہ کا وار تھا دل پر پھڑکنے جان لگی   چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی
الفت کا نشہ جب کوئی مر جائے تو جانے   یہ درد ایسا ہے کہ سر جائے تو جانے
ذکر کچھ چاک جگر سینے کا سن سن اپنے   کر کے میں ضبط ہنسی دیکھوں ہوں ناخن اپنے
زخم دل پر کیوں مرے مرہم کا استعمال ہے   مشک اگر مہنگا ہے تو کیا لون کا بھی کال ہے
جوش گریہ کا مرے تم کچھ نہ پوچھو ماجرا   چادر آب رواں منہ پر مرے رومال ہے
زباں پیدا کروں جوں آسیا سینے میں پیکاں سے   دہن کا ذکر کیا یہاں سر ہی غائب ہے گریباں سے
فلک کیا فتنہ سازی ہو ہمسر چشم فتاں سے   گرا تھا یہ بھی اشک سرمہ آلود اس کی مژگاں سے
یہاں تک ناتواں ہیں ہم گزر جائیں اگر جاں سے   اٹھائے مور لاشے کو ہمارے دست مژگاں سے
اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے   کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخیٔ دوراں سے
صراط عشق پر از بسکہ ہے ثابت قدم میرا   دم شمشیر قاتل پر بھی خوں جم جاتا ہے میرا
موذیوں کو حق نہ دے آنکھیں کہ تا لادیں بلا   عین حکمت تھی کہ معدوم البصر عقرب بنی[1]
اے غم مجھے تمام شب ہجر میں نہ کھا   رہنے دے کچھ کہ صبح کا بھی ناشتا چلے
بل بے غرور حسن زمیں پر رکھے نہ پاؤں   مانند آفتاب وہ بے نقش پا چلے
نہ ہوا آب شہادت سے گلو تر نہ ہوا   مستعد جب وہ ہوا ہائے تو خنجر نہ ہوا
جل کے میں خاک ہوا تو بجھ رہا دل مضطر   یہ وہ سیماب ہے کشتہ نہ ہوا پر نہ ہوا
ذوقؔ بیمار محبت ہے خدا خیر کرے   کہ یہ آزار ہوا جس کو وہ جاں بر نہ ہوا
اس نے مارا رخ روشن کی دکھا تاب مجھے   چاہیئے جائے کفن چادر مہتاب مجھے
کل جہاں سے کہ اٹھا لائے تھے احباب مجھے   لے چلا آج وہیں پھر دل بیتاب مجھے
میں وہ مجنوں ہوں کہ مجنوں بھی ہمیشہ خط میں   قبلہ و کعبہ لکھا کرتا ہے القاب مجھے
بے یار روز عید شب غم سے کم نہیں   جام شراب دیدۂ پُر نم سے کم نہیں
دیتا ہے دور چرخ کسے فرصت نشاط   ہو جس کے پاس جام وہ اب جم سے کم نہیں

پی بھی جا ذوقؔ نہ کر پیش و پس جام شراب
لب پہ ترے توبہ دل میں ہوس جام شراب

[1] یہاں تک نسخۂ رام پور میں اشعار موجود ہیں۔ باقی اشعار نسخۂ نولکشور لکھنؤ سے لکھے گئے ہیں۔ ح ج

مجھ کو اس بوسہ دنداں نے پس از بوسۂ لب   دیئے نقل نمکین چند پس جام شراب
ترے کوچہ کو وہ بیمار غم دار الشفا سمجھے   اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے
نگہ کیا اور مژہ کیا ہم تو دونوں کو بلا سمجھے   اسے تیر قضا اس کو پر تیر قضا سمجھے
ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے   اور اس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت سے خدا سمجھے
ہر ایک گردش میں سو انداز نا زفتنہ زا سمجھے   فلک کو ہم کسی کافر کی چشم سرمہ سا سمجھے
نہ دے رخصت نظر کو میری جانب کیوں تغافل سے   اسے بھی آپ کیا میرا ہی بخت نارسا سمجھے
حساب اصلا نہ پوچھے مجھ سے میرے دل کے زخموں کا   حساب دوستاں در دل اگر وہ دلربا سمجھے
سمجھ ہی میں نہیں آتی ہے کوئی بات ذوقؔ اس کی   کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے
تصور کس طرح بھولے ترا اس چشم گریاں کو   نکالے مینہ برستے میں کوئی کیا گھر سے مہماں کو
نکالوں کس طرح سینہ سے اپنے تیر جاناں کو   نہ پیکاں دل کو چھوڑے ہے نہ دل چھوڑے ہے پیکاں کو
دانۂ خرمن ہی ہمیں قطرہ ہے دریا ہم کو   ہے جز میں نظر کل کا تماشا ہم کو
اس بلندی پہ دیا عشق نے بھونچا ہم کو   کہ فلک آیا نظر خال سے چھوٹا ہم کو
ہم وہ مجنوں ہیں کہ دل اپنا ہے صحرا ہم کو   اور جوں خیمۂ لیلا ہے سویدا ہم کو
کس سے تدبیر درستی ہو ہماری جوں لف   کہ شکستوں نے بنایا ہے سراپا ہم کو
جا بجا نام تو جوں نقش قدم چھوڑ گیا   خاک گم ہو گئے گیا ڈھونڈنے عنقا ہم کو
اثر کفر ہے طاعت سے بھی اپنی پیدا   نقش سجدہ کا ہے پیشانی   ہم کو
اپنا ہے کعبہ   خوف گرداب   ہم کو
ایک دم عمر طبیعی ہے یہاں مثل حباب   فکر امروز ہے نہ ہی غم فردا ہم کو
ایک حلاوت ہے عداوت میں بھی اس ظالم کے   کہ دیا زہر بھی جو اس نے تو میٹھا ہم کو
ذوقؔ بازی گہہ طفلاں ہے سراسر یہ زمیں   ساتھ لڑکوں کے پڑا کھیلنا گویا ہم کو
مرتے ہیں تیرے پیار سے ہم اور زیادہ   تو لطف میں کرتا ہے ستم اور زیادہ
گھبراتا جو یاد آیا ترا ہو کے ہم آغوش   گھبرانے لگا سینہ میں دم اور زیادہ
اس زلف کے مارے کی اگر خاک کو چاٹے   پیدا لب افعی سے ہو سم اور زیادہ

ہیں تیرے رشک خط رخسار سے
دل میں آئینہ کے جوہر خار سے

شرح فرط حسرت دیدار سے
جو نگہہ ہے کم نہیں طومار سے

بعد مردن بھی خیالِ چشم فتاں ہی رہا
سبزہ تربت میرا وقف غزالاں ہی رہا

ہیں ہمیشہ عاشق پیچیدہ مویاں ہی رہا
خاک پر روئیدہ میرے عشق پیچاں ہی رہا

پاؤں کب نکلا رکاب حلقۂ زنجیر سے
توسن وحشت ہمارا گرم جولاں ہی رہا

کب لباس دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر
جامۂ فانوس میں بھی شعلۂ عریاں ہی رہا

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

سب کو دیکھا اس سے اس کو نہ دیکھا جوں نگاہ
وہ رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے پنہاں ہی رہا

آگے زلفیں دل میں بستی تھیں و راب آنکھیں تری
ملک دل اپنا ہمیشہ کافرستاں ہی رہا

حلقۂ گیسو میں دیکھی کس کے رخسارہ کی تاب
شب مہ ہالہ نشیں سر در گریباں ہی رہا

مجھ میں اس میں ربط ہے گویا برنگ بوئے گل
وہ رہا آغوش میں لیکن گریزاں ہی رہا

دین و ایماں ڈھونڈتا ہے ذوق کیا اس وقت میں
اب نہ کچھ دیں ہی رہا باقی نہ ایماں ہی رہا

مے ملا کر ساقیاں سامرے فن آب میں
کرتی ہیں جادو سے اپنی آگ روشن آب میں

زلف افعی وش کو دھوئے گر   آب میں
ہوئے جائے موج پیدا مار رہ زن آب میں

چشمہ آمد میں کب تر ہوا پائے نگاہ
اس طرح جاتی ہیں دیکھا پاکدامن آب میں

پھرتا ہے سیل حوادث کوئی مردوں کا منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب میں

صحبت صافی دلوں سے ہوں مکدر تیرہ دل
زنگ سے آلودہ ہو جاتا ہے آہن آب میں

اب بھی گریے سے نہیں فرصت مجھے فوارہ وار
گو کہ میں ڈوبا کھڑا ہوں تا بگردن آب میں

طاس قلیاں میں رکھا ہے اس نے ابر مردہ کو
ڈوب مر رو رو کے تو اے ابر بہمن آب میں

دیکھنا آبی دوپٹا منہ پہ اس کے وقت خواب
برج آبی میں ہے مہ یا مہر روشن آب میں

میں وہ ہوں تفیدہ دل کر جائے ایک دریا کو جذب
گر پڑے گر ذرہ میری خاک مدفن آب میں

یوں رہا ہیں زندگی بھر تشنۂ دیدار یار
جیسی مستسقی کا دم ہوتا بمردن آب میں

سایۂ سرو چمن تجھ بن ڈراتا ہے مجھے
اژدہا بن بن کے شب اے رشک گلشن آب میں

وعدہ ہے آنے کا اس کے ابر کھل جائے تو آئے
ڈالتا ہوں دمبدم اٹھ اٹھ کے روغن آب میں

خط کو ہم لکھنے جو بیٹھے آنکھ سے امڈے یہ اشک
بہہ گیا خط لکھتے لکھتے مشفق من آب میں

تیر چٹکی میں لیا اس نے کیے جان عدو
رشک میرے دل میں کیا کیا چٹکیاں لینے لگا

نام میرا سن کے مجنوں کو   آ گئے
بید مجنوں دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

مجھ کو ہر شب ہجر کی ہونے لگی جوں روز حشر
مجھ سے یہ کس دن کے بدلے آسماں لینے لگا

لے کے آئینہ جو دیکھی حسن کی اپنے بہار
اپنے بوسے آپ وہ غنچہ دہاں لینے لگا

حسن سے ہی تا دل آہن بھی گرم اختلاط
شمع کی گل گیر جب منہ میں زباں لینے لگا

موت اس کو یاد کرتی ہے خدا جانے کہ گور
یوں ترا بیمار غم جو ہچکیاں لینے لگا

ان کو اے ذوق اس کی نوک مژگاں کا خیال
تن پہ ہر مو سے میرے کار سناں لینے لگا

زندہ تو ڈوبے ہے اور تیرے ہے مردہ آب میں
بوجھ شاید جسم کا کم ہے نفس کے بوجھ سے

مت لگا اے عشق دل کے آبلہ پر نقش غم
ٹوٹ جائے گا یہ گنبد اس کلس کے بوجھ سے

باندھ دی ناقہ کی گردن میں دل نالاں قیس
بوجھ کم ہے اس کا اے لیل جرس کے بوجھ سے

کہاں تلک کہوں ساقی کہ لا شراب تو دے
نہ دے تو جام ڈبو کر کوئی کباب تو دے

کھلے ہے ناز سے گلشن میں غنچۂ نرگس
ذرا دکھا اسے تو چشم نیم خواب تو دے

بلا سے آپ نہ آئیں پر آوے ان کا
تسلی آ کے مجھے وقت اضطراب تو دے

صبا بگولے میں ہو کشتگان زلف کی خاک
کہ بعد مرگ مجھے معلوم پیچ و تاب تو دے

بلا سے کم نہ ہو گریہ سے میرا سوز جگر
بجھا پر ان کے ذرا آتش عتاب تو دے

نشہ میں ہوش کسے جو گنے حساب کرے
جو تجھ کو دینے ہیں بوسے بلا حساب تو دے

جواب نامہ نہیں گر تو رکھ دو نامۂ یار
جو پوچھیں قبر میں عاشق سے کچھ جواب تو دے

رکھے ہے حوصلہ دریا کب اہل ہمت کا
نہیں یہ اتنا کہ بھر کاسہ حباب تو دے

خنک دلوں کی اگر مشت خاک دوزخ میں
پڑے تو واقعی ایک بار آگ داب تو دے

پہنچ رہوں گا سر منزل فنا اے ذوق
مثال نقش قدم کرنے ما تراب تو دے

کب حق پرست زاہد جنت پرست ہے
حوروں پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے

دل صاف ہو تو چاہیئے معنی پرست ہو — آئینہ خاک صاف ہے صورت پرست ہے
دولت کی رکھ نہ مار سرِ گنج سے امید — موذی وہ دے گا کیا کہ جو دولت پرست ہے
عنقا نے گم نشان کیا نام کے لیے — گم گشتہ کون کہتا ہے شہرت پرست ہے
یہ ذوق مے پرست ہے یا ہے صنم پرست — کچھ ہے بلا سے نیک محبت پرست ہے
شوق نظارہ ہے جب سے اس رخ پرنور کا — ہے مرا مرغِ نظر پروانہ شمع طور کا
نزع میں بھی دھیان تھا اس نرگس مخمور کا — مجھ کو شربت میں مزا آیا ہے انگور کا
ظلمت میں اپنے دخل ہے کب نور کا — ایک شعلہ سا ہے سو بھی چراغ دور کا
تیرے کوچہ میں تن لاغر ترے رنجور کا — ایک غبار ناتواں ہے کارواں مور کا
میں وہ ہوں نخچیر جس کو دیکھتا ہے وقت ذبح — دیدۂ حسرت سے حلقہ جوہر ساطور کا
اس نزاکت پر نظر کرنا کہ وہ رشک پری — بال بھی باندھے جو مسّے پر تو زلف حور کا
دل کا یہ احوال ہے غم میں تمہارے اے مست ناز — جیسے مرجھایا ہوا دانہ کوئی انگور کا
حق تو یوں ہے یہ انانیت عجب غماز ہے — قصہ پہنچایا زبان دار پر منصور کا
عشق کے مکتب میں ہے فرہاد سب سے تیز ذہن — تین دن چاٹے اگر تعویذ میری گور کا
جھانکتے ہیں وہ ہمیں جس روزنِ دیوار سے — وائے قسمت ہو اسی روزن میں گھر زنبور کا
کھینچے مانی اس پری کی کیونکہ تصور کفک — جمع ہو جب تک نہ رنگ سرخ روئے حور کا
تو ہو بعد از مرگ بھی گر اے محبت دستگیر — استخواں سے ہو میرے دستہ تیری ساطور کا
عشق نے ڈالی تھی جب قصر محبت کی بنا — لکھ دیا تھا کوہ کن بھی نام ایک مزدور کا
بل بے وحشت ابتلک بھی شاخ آہو کی طرح — پیچ کھاتا ہے دھواں میرے چراغ گور کا
ذوق راہ عشق وہ کوچہ ہے جس کی خاک میں — ہے در تاج سلیماں بیضہ بیضہ مور کا
شمع نازاں نہ ہو ایک رات بہا آنسو گرم — برسوں یہاں چشم سے ٹپکا ہے میرے لہو گرم
مہروش بل بے تیرے حسن جہاں تاب کی تاب — رخ سے گرم آئینہ ہو آئینہ سے زانو گرم
دست خورشید کے رعشہ سے سپر جائے چھوٹ — کھینچ کر تیغ کو جب ہو وہ ہلال ابرو گرم
دلِ عاشق کے جلانے کا ہے سارا سامان — شعلہ ہے ترے رنگ بھبوکا رو گرم

کونسا سوختہ جاں صبح سے ہے گرم فغاں — کہ ہوا آئے ہے کوچے سے ترے گلرو گرم
ہم تو سنتے تھے سدا گل حموض بارد — ذوق ہوتا ہے وہ کیوں ہو کے ترش و گرم
قبر میں عاشق جو تیرا مضطرب احوال ہے — لوح بالین پر بھی لکھا سورۂ زلزال ہے
ہم نے جانا تھا کف پا میں تمہارے خال ہے — لیکن اب دیکھا سویدائے دل پامال ہے
ابر برسوں رو چکا سوز غم سے اب تلک — خاک میرے ڈھیر کی اڑنے میں جیسے رال ہے
میرے دود آہ سے یہاں تک زمانے سیاہ — آفتاب آسمان زنگی کے منہ کا خال ہے
دل میں شکل یار کب آئی نظر بے اضطراب — قلعیٔ سیماب بن آئینہ بے تمثال ہے
میں وہ مجنوں ہوں کہ میرا کاغذ تصویر بھی — مثل عیدی باعث خوشنودئ اطفال ہے
جیسی ہے دل میں کسی کے نوک مژگاں کی خلش — نشتر زنبور ہے تن پر میرے جو بال ہے
دل پہ ہوں گر داغ سوزان عشق میں اے کوہکن — پھر تو خسرو کا ہی گنج سوختہ کیا مال ہے
کھاؤں میں بیڑا جو اس بن کیونکہ دل ٹکڑے ہو — جو رگ پاں ہے وہ مجھ کو شیر کا سا بال ہے
ہیں جہاں مدفن تمہارے کشتگان زلف کے — نخل کیا بید مجنوں ہے وہاں یا جال ہے
شوخ قاتل کو مرے کیا چاہیئے ہے رنگ پاں — خون اعجاز مسیحا سے لب اس کا لال ہے
بسکہ ہے نوروز اپنا آفتاب بادہ سے — دور ساغر ہم کو ساقی گردش یکسال ہے
کھل گیا مضمون شکست دل کا بن خط کے پڑھے — نامہ بر کا اس قدر اپنے شکستہ حال ہے
ہے اسیران محبت کی بلا سینہ میں آگ — شعلۂ جوالہ ساں طوق گلو تک لال ہے
روز محشر سے کئی دن دیکھنے کو چاہئیں — گر یہی اے ذوق طول نامۂ اعمال ہے
موئے سر ماران سیہ کا ایک سراسر لشکر ہے — مانگ جو ہے ایک یار سفید اس لشکر کا سر لشکر ہے
آبلہ ہائے سینہ جو خیمہ سی دکھائی دیتی ہیں — مزرع دل پر میرے پڑا کیا غم کا آکر لشکر ہے
ہو گئے دل مظلوم ہمارا کیوں نہ شہید دشت بلا — دیکھے اس کے شامیوں کا وہ زلف معنبر لشکر ہے
کعبہ تو بہ خدا ہے رکھے آج کہ جوش ابر نہیں — ایک اصحاب الفیل کا سایہ دوش ہوا پر لشکر ہے
میں وہ شاہ کشور ہوں یارو جس کے ساتھ سدا — جوش اشک کی دولت سے جو موج سمندر لشکر ہے
خال چشم جاناں کا مژگاں سے تجمل دیکھو تو — اترا پشت پہ مچھلی کے کیا لیکے سکندر لشکر ہے

گاہ ہجوم یاس میں ہے دل گاہ ہجوم حسرتیں   ہے یہ سپاہی پیشہ پھرتا لشکر لشکر ہے
ہووے امام برحق پیدا ذوق اگر تو دیکھ ابھی   ہوتا گرد اسلامیوں کا جوں سبحہ گوہر لشکر ہے
میں ہجر سے مرنے کے قریں ہو ہی چکا تھا   تم وقت پر آ پہنچے نہیں ہو ہی چکا تھا
جینا نظر اپنا ہمیں اصلا نہیں آتا   گر آج بھی وہ رشک مسیحا نہیں آتا
مذکور تیری بزم میں کس کا نہیں آتا   پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا
وہ کون ہے جو مجھ پہ تاسف نہیں کرتا   پر میرا جگر دیکھ کہ میں اف نہیں کرتا
کیا قہر ہے وقفہ ہے ابھی آنے میں اسکے   اور دم میرا جانے میں توقف نہیں کرتا
کرے ہے شرع کا پاس نمک مدام شراب   حرام ہی نہیں لیکن نمک حرام شراب
یہ ایسا ماہ مبارک یہ ایسا کار سعید   شروع دیکھ کے کیجے مہ صیام شراب
بیمار عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج   کہہ اے طبیب تو ہے کہ پھر تیرا کیا علاج
فرقت کی رات جی چکے ہم تا زمان صبح   ہو گے اذانِ گور ہمارے اذان صبح
پر نور ہے ترا رخ سیمیں بسان صبح   آنکھیں ہیں تیری مست صبوحی کشان صبح
اب میکدے میں شام کو ناقوس پھونکیے   مسجد میں مدتوں رہی تسبیح خوان صبح
ریش سفید شیخ میں ہے ظلمت قریب   اس مکر چاندنی میں نہ کرنا گمان صبح
ہے زلف تیری سنبل صحن چمن کی شاخ   قطروں سے پر عرق کے بنی یاسمین کی شاخ
چمن سے بعد ہمیں جیسی سین وقاف قفس   قفس میں بند ہیں ہم مثل فائے ناف قفس
پر کترنے کو جو صیاد نے چاہے مقراض   ہاتھ ملتے تھے مرے حال پہ کیا ہی مقراض
نام فریاد سے ہوتے ہیں جگر کے ٹکڑے   ہوتا ہے حق میں مرے مطلع آہ ہے مقراض
بحر و بر میں ہے ہر ایک کو ہوس قطع و برید   ناخن شیر ہے خنجر دم ماہ ہے مقراض
پھر کر ادھر اُدھر بھی نہ اپنا گیا قلق   لفظ قلق کی طرح سے یوں ہیں اقلق
عنقا کی طرح خلق سے عزلت گزیں ہوں میں   ہوں اس طرح جہاں میں کہ گویا نہیں ہوں میں
ہر دم پہ شوق سجدہ سے فرش زمیں ہوں میں   مانند سایہ سر سے قدم تک جبیں ہوں میں
میں وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہوں میں   میں ہوں تمہارا سایہ جہاں تم وہیں ہوں میں

میں وہ شکستہ دل ہوں دوزخ میں تنگ ہوں   آہن کی طرح آگ میں بھی لالہ رنگ ہوں
جچے ہے سو پہلے میرے اٹھانے کی فکر میں   محفل میں اس کی میں کوئی چوبکار نگ ہوں
مزے جو موت کے عاشق بیان کبھو کرتے   مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے
غرض تھی کیا تیرے تیروں کو آب پیکاں سے   مگر زیارت دل کیوں کہ بے وضو کرتے
اگر یہ جانتے چن چن کہ ہم کو توڑیں گے   تو گل کبھو نہ تمنائے رنگ و بو کرتے
نہ رہتی یوسف کنعاں کی خوئے بازار   مقابلہ میں جو ہم تجھ کو رو برو کرتے
یقین ہے صبح قیامت کو بھی صبوحی کش   اٹھیں گے خواب سے ساقی سبو سبو کرتے
سراغ عمر گذشتہ کا کیجے گر ذوق   تمام عمر گزر جائے جستجو کرتے

جس ہاتھ میں خاتم لعل کی ہو گر اس میں لف سرکش ہو
پھر زلف بنے وہ دستِ موسیٰ جس میں اخگر آتش ہو

پوشاک آپی آپ کو گر دل پسند ہو   دریا پری حباب کے شیشہ میں بند ہو
لگے اس شعلہ خو کے کون مجھ سا زار دامن سے   الجھ سکتا ہے کوئی برق کے بھی خار دامن سے
لگی ہے اس تمنا میں میری ہر خار دامن سے   کروں دس تار میں گر ہو عطا ایک تار دامن سے

ذوقا

ذوقا تخلص اور نام ذوقا شاہ ہے۔ بنارس کا رہنے والا ایک درویش ہے۔ ننگے سر ننگے پاؤں رہتا ہے۔ میرٹھ شہر بھی رہ چکا ہے۔ اس کا شعر ہے:۔

نے بام ہیں زیب زینت کسی در کے   ہم باٹ کے روڑے ہیں ادھر کے نہ ادھر کے

ذوقی

ذوقی تخلص اور نام ذوقی رام ہے، مراد آباد کا رہنے والا ہے۔ زکی مہدی علی کا شاگرد ہے۔ عطر فروشی سے بسر اوقات کرتا ہے کہتے ہیں کہ ہولی کے دنوں میں کہ جو ہندوستان کے لوگوں میں موج و مستی کا زمانہ ہے، غربا کے طبقہ کی